جناب ابرار خٹک *

بزمِ "مشاہیر" کی چند ساعتیں

بارہا یہ اتفاق ہوا کہ گاڑی میں بیٹھا کسی گہری سوچ یا دائیں بائیں دیکھنے میں مشغول رہتا ہوں اور دفعتاً میری قریبی یا اگلی پچھلی نشست سے، سر پر پگڑی یا ٹوپی رکھے کوئی باریش سواری تعظیماً اٹھ جاتی ہے، سینے پر ہاتھ رکھتی ہے اور چند لمحے بعد بیٹھ جاتی ہے۔ حیران رہ جاتا ہوں یاالٰہی! یہ بندہ کیونکر کیسے کھڑا ہوا؟ تاہم ان کی آنکھوں، وفور جذبات چہرے کے تاثرات اور جسمانی رخ کو تصور میں لاتا اور بیرونی منظر پر نگاہ ڈالا لیتا ہوں تو سامنے دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کی روح پرور، پرشکوہ عمارت نظر آجاتی ہے اور یوں تمام سوالات کا جواب یکسر مل جاتا ہے، یہ تعظیم وتکریم محض دیواروں، گنبدوں اور دروازوں کا نہیں ہوتا بلکہ تدریس سے وابستہ ان درویشان خدامست، فقیر منش اساتذہ و وارثان اسلاف منبر و محراب کا پرتو بھی لئے ہوتا ہے، جو قرآن وحدیث کی لازوال آفاقی قدروں کو الواح قلوب پر نقش اور پوری انسانیت کو بالواسطہ سیراب کرتے ہیں۔ اس مقام فیض، کوئے داستاں کے قریب علماء فضلائے حقانیہ اور علوم نبوت کی مذکورہ بالا کیفیات دیکھتا ہوں تو بے ساختہ مولانا رومؒ یاد آنے لگتے ہیں جو اپنے پیرومرشد علامہ شمس التبریزؒ سے گزرے تو زبان سے بے ساختہ یہ شعر نکلا۔

سار بانا! بار بکشناز اشتراق شہرِ تبریز است و کوئے دلستاں

اس مقام علم وفیض سے اپنی محبت بچپن سے ہے۔ بارہا وفور شوق کے ہاتھوں مغلوب ہو کر اس کی تدریسی فضاؤں، در و دیوار ہائے امن وسکون کی راہداریوں میں نکل جاتا ہوں جس سے یک گونہ تسکین روحانی وسرور قلب مل جاتا ہے، اور ہر بار قلب وتن کو جذبات کے نئے جزائر میں اترتا ہوا محسوس کرتا ہوں۔ بعد از عصر کئی مرتبہ اس سرچشمہ علم وفیض کے بالمقابل ریل پٹڑی، پل یا کسی اور اونچے مقام ہے، اس روح پرور نظر سے لطف اندوز ہوتا رہا ہوں جب متعلقین حقانیہ کتب خانوں یا اشیائے ضروریہ کے لئے بازار کا رُخ کرتے ہیں، سر پر پگڑی/ٹوپی، ہاتھ میں تسبیح، ہر راہرو کے لئے سینے پر دایاں ہاتھ رکھ کر سلام اور دعائیہ کلمات، خیر مقدمی جذبات کا تبادلہ، صبر واستقامت، عاجزی سے آراستہ چال، سارا منظر سکون واطمینان، ٹھہراؤ اور امن وسلامتی کی گواہی دیتا ہے۔ ع ایسا سکوت جس پر تقریر بھی فدا ہو

---

* ریسرچ اسکالر (پی ایچ ڈی اردو)۔ گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج، نوشہرہ

مجھے کسی سکول و کالج، یونیورسٹی کے طالب علموں کی ایسی وضع داری اور اخلاقیات دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ احترام انسانیت کے عملی اسباق کا مطالعہ کرنا ہو تو یہ منظر آپ کی سوچ وفکر کی نئی حد بندیاں کردے گا۔ درس و تدریس سے وابستہ اہل مشرق و مغرب، ماہرین تعلیم، علمبرداران جدت و تکنیک، اہلیان علم و دانش کیلئے یہ منظر اپنے اندر فکر و تدبر کے ہزار سامان رکھتا ہے، تعلیم کا مقصد اگر تہذیب نفس ہے اور یقیناً ہے تو پھر ڈگریوں کے باوجود تہذیب اخلاق کا عام فقدان کیوں؟

پروانہ اک پتنگا، جگنو بھی اک پتنگا   وہ روشنی کا طالب یہ روشنی سراپا

۱۴ر نومبر ۲۰۱۱ء ، جامعہ تحسین القرآن حکیم آباد، نوشہرہ میں مفتی تقی عثمانی صاحب کی آمد کی اطلاع ملی، ایک نظر اس ممدوح خلائق کو دیکھنے کے لئے روانہ ہوا مگر وائے حسرتا!! پہنچتے ہی معلوم ہوا کہ موصوف اپنا بیان ختم کرکے تشریف لے جاچکے ہیں۔ دل کی کیفیت دیدنی تھی.......... بار بار پشتو کا یہ ٹپہ یاد آتا رہا

سوك حه دَ يار كلى ته لاڑشى   حه بے ديد نه ترى رازى نوورك دشينه

(گم ہوجائے وہ شخص جو محبوب کے گاؤں چلا جائے اور اس کا دیدار نہ کرسکے)

گھر پہنچا تو برادرم راشد الحق کا محبت نامہ ملا ''مشاہیر'' کی تقریب رونمائی میں شرکت کی دعوت دی گئی تھی۔ مفتی صاحب ممدوح مہمان خاص تھے، دل باغ باغ ہوا، اللہ نے ہجر کو وصل میں تبدیل کردیا، دل سے دعائیں نکلیں۔

داماں نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار   گل چیں بہارے ز داماں گلہ دارد

مفتی صاحب کے ساتھ ساتھ منارہائے علم و نور سے ملاقاتیں نصیب ہوئیں۔ مولانا سمیع الحق صاحب اور مولانا ابراہیم فانی صاحب کی خصوصی قربت ملی، صحبت با اولیا کی دیرینہ آرزو بر آئی۔ جامعہ ابوہریرہؓ کے مہتمم و صاحب طرز خطیب مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب نے تقریب کی نظامت کے فرائض انجام دیئے۔ موقع و محل، شخصیت و آداب کے لئے ان کے انتخاب الفاظ و طرز ادا نے مجلس کو زندہ رکھا۔ مولانا انوار الحق صاحب نے خطبہ استقبالیہ میں مہمان و حاضرین محفل کا شکریہ ادا کیا، انہوں نے مفتی تقی عثمانی صاحب کو مختصر جسم میں علم و عرفاں سے بھرپور رگ و ریشے کا انسان قرار دیا۔ مولانا رشید احمد حقانی صاحب نے تاریخی روایات کی تجدید کرتے ہوئے عربی قصیدے سے ان کا خیر مقدم کیا۔ مولانا قاری عبداللہ صاحب نے ''مشاہیر'' کے پس منظر کو رقت و جذبات کا مرقع بنا دیا۔ انہوں نے مفتی فرید صاحبؒ کا ذکر حسرت آمیز الفاظ میں کیا اور پورے مجمع پر سکتہ طاری کردیا۔ ''مشاہیر'' کی کہانی مفتی فرید صاحب کی رحلت اور مشاہیر سے ان کا قلبی تعلق و انتظار، مولانا موصوف نے یہ روداد آنکھوں، رخسار اور جسم کی زبان سے ادا کی۔ گویا الفاظ کو اظہار کا اور احاطہ بیان کا یارا نہ تھا...... ڈاکٹر دوست محمد صاحب نے جامعہ حقانیہ اور مولانا عبدالحق صاحبؒ سے اپنے قلبی تعلق کا ذکر محبت آمیز الفاظ میں کیا۔ اور جامعہ حقانیہ کو دیوبند اور اندلس و غرناطہ جیسی اسلامی درسگاہوں کا تسلسل قرار دیا۔ مولانا

سمیع الحق صاحب نے مشاہیر کا پس منظر' مفتی تقی عثمانی صاحب سے دیرینہ تعلقات کو مختصر الفاظ میں سمونے کی کوشش کی "مشاہیر" کی طبع شدہ پانچ جلدوں کی اہمیت بیان کرتے ہوئے انہوں نے چھٹی اور ساتویں جلد کو تاریخی خصوصاً 'افغانستان اور تحریک طالبان" کے حوالے سے انتہائی اہم قرار دیا۔ ۱۰ جلدوں پر مبنی مشاہیر کی اشاعت یقیناً اس خطے نہیں بلکہ عالمی سطح پر عظیم علمی وادبی کارنامہ ہوگا۔ مفتی تقی عثمانی صاحب نے دار العلوم حقانیہ اور مولانا عبدالحق صاحب سے اپنی والہانہ محبت کا ذکر دلنشین الفاظ میں کیا۔ ان کی گفتگو 'لب ولہجہ' انتخاب نے پورے مجمع کو تا دمِ آخر گرفت میں لئے رکھا۔ طالبان حقانیہ کو نصیحت کرتے ہوئے انہوں نے "احساس طلب" پر بہت زور دیا۔ انہوں نے علم کی پیاس "تشنگی" کو حصول علم کا بنیادی ذریعہ قرار دیا۔ مولانا رومؒ کے فارسی شعر کو اردو کے قالب میں ڈھال کر انہوں نے "ابلاغ" کی انتہا کر دی۔

تشنگی کی آگ سینے میں لگا کر دیکھے خشک پتھر کی رگوں میں منتظر سیرابیاں

(تقریب کی تفصیلی روداد "الحق" کے سابقہ شمارے میں شائع ہو چکی ہے' لہٰذا اعادہ کرنا مناسب نہیں سمجھتا)

مشاہیر کی یہ مجلس کتاب وشخصیات دونوں پر صادق آئی۔ برادرم راشد الحق نے "مشاہیر" کا ایک سیٹ عنایت کیا تو بے صبری سے مطالعہ میں مشغول ہوا۔ پانچ جلدیں طبع ہو چکی ہیں اور مزید پانچ کا انتظار ہے۔ تقریباً 50 ہزار خطوط' جسے بلاشبہ اردو زبان وادب کے حوالے سے پاکستان وہندوستان کی تاریخ خطوط نویسی میں سب سے بڑا ذخیرہ کہا جا سکتا ہے یہ کو منفرد مقام ملنے والا ہے' یہ مکاتیب دین' تہذیب وتمدن' تعلیم وتربیت' سیاست' معاشرت' اقتصادیات' ادبیات (عربی' فارسی' اردو' پشتو' انگریزی) غرض تمام شعبہ ہائے حیات کا احاطہ کرتے نظر آتے ہیں۔ یہ روشن قندیلیں ہیں جو شب سیاہ میں رہنمائی' کامیابی کے رستے دکھاتی اور تحقیق کے نئے در وا کرتی ہیں۔

علماء دیوبند و دیگر اقطاع برصغیر پاک وہند و عرب وعجم' مشائخ عظام' اہل علم ودانش' قائدین تحریک ہائے دین وسیاست' سیاسی زعماء' ادباء' شعراء' اہل فکر' سلاطین عظام' غرض زندگی کے ہر شعبے سے وابستہ شخصیات کے یہ خطوط دراصل تاریخی دستاویزات ہیں' جس میں دار العلوم حقانیہ' مولانا عبدالحق' ان کے متعلقین اور سب سے بڑھ کر علوم نبوت' دین اسلام' پاکستان وعالم اسلام سے غیر معمولی عقیدت ومحبت کے بے لوث نمونے ملتے ہیں۔ یہ خطوط دار العلوم حقانیہ کی بتدریج ترقی' پاکستان' عالم اسلام میں دینی' فقہی' سیاسی' معاشی ومعاشرتی مسائل کے اتار چڑھاؤ' تعمیری تنقید وتحقیق کی بہترین مثالیں فراہم کرتے ہیں۔ ہر خط اپنے اندر ہمہ جہت پہلو رکھتا ہے' اور قاری کو ماضی وحال کی مختلف کیفیات پر سوچنے کا سامان مہیا کرتا ہے' جس سے مستقبل کی نئی حد بندیاں بھی جنم لیتی ہیں۔ مشاہیر ایک آئینہ ہے جس میں ہر شخص اپنا عکس آپ نظر آئے گا۔ سلاطین عظام سے لے کر سادہ ومخلص بندگان خدا تک علوم نبوت کی فکر اور علمائے کرام [illegible] پیچھے رہے۔ اسلامی تہذیب وتمدن' ثقافت وروایات کے تحفظ کے لئے ان عظیم ہستیوں نے

کیسی کیسی قربانیاں پیش کیں، تن من دھن کو کیسے وقف کیا، درویشانِ خدامست نے علوم نبوت کے لئے انہی خدمات کی ناگفتہ بہ حالات میں دارالعلوم کے لئے پیش کیں۔ یہ خطوط دارالعلوم حقانیہ اوران کے وابستگان ہی کی نہیں بلکہ اس خطے کے دینی، فقہی، نظریاتی، سیاسی، سماجی، اقتصادی مسائل کی ایک حیرت انگیز تاریخ ہے۔ آج دارالعلوم حقانیہ کو جو مقام ملا ہے اور اقوام عالم میں اس کا جو غلغلہ ہے ان خطوط سے یہ باب کھلے گا کہ اس کی بنیادوں کو کس نے اپنے جذبوں، لگن، اخلاص، محبت، اعانات وصدقات سے سیراب کیا۔ فکرانگیز تراشے پیش منظر کا پس منظر بیان کرتے نظر آتے ہیں۔

میں کہ میری غزل میں ہے آتشِ رفتہ کا سراغ میری تمام سرگزشت، کھوئے ہوؤں کی جستجو

شاید ہی دنیا کی کسی یونیورسٹی، ادارہ علم وعمل کو تاریخ میں ایسے مخلصین ملے ہوں، جس قسم کے دارالعلوم دیوبند، دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ودیگر دینی مدارس کے حصے میں آئے، ایک لمبی فہرست وقطار ہے، جوان درودیواروں میں مقید یا باہررہ کر قرآن وحدیث کی ترویج اشاعت کو ہر حال میں قائم رکھنا چاہتی ہے، ان روحانی وقلبی کیفیات کو احاطہ تحریر میں لانا ممکن ہی نہیں کہ خود قلم وقرطاس کو اظہار جذبات کا یارا نہیں اوران شاء اللہ یہ سلسلہ یونہی جاری وساری رہے گا۔

گماں مبرکہ بہ پایاں رسید کارِ مغاں ہزار بادۂ ناخوردہ در رگ تاک است

تقریب کی اختتامی دعا، اخلاص، عاجزی، ندامت آہ وزاری کا پرتو لئے ہوئی تھی۔ شیخ الحدیث علامہ ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب نے رگ وریشہ ہائے بدن، قلب وروح، بصیرت وبصارت یکجا کرکے پورے مجمع کو ہم آواز، ہم زبان، اور ہم کیفیت بنادیا۔ بے ساختہ آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں رواں ہوئیں۔ لبوں پر ارحم الراحمین کا جلال وجمال ا رحمت اللعالمین کا درودوسلام تھا، قلوب وابصار مانند کتاب کھل گئے تھے، ایسے میں بھی اللہ کی رحمتیں جوش میں نہ آئیں تو پھر کب؟؟؟

ان شاء اللہ، ان شاء اللہ اس مملکت خداداد، عالم اسلام، اور عالم انسانیت پر اللہ کی رحمتوں کے دروازے ان درویشانِ خدامست ومخلصین علوم نبوت کے طفیل کھلیں گے اور پرامن دینی انقلاب کا سورج ان سرچشمہ ہائے علوم و اعمال (چندمدارس) کے بطن سے پھوٹے گا۔

جہانِ آب وگل سے عالمِ جاوید کی خاطر نبوت ساتھ جس کو لے گئی وہ ارمغاں تو ہے

یہ نکتہ سرگزشت ملت بیضا سے ہے پیدا
کہ اقوام زمین ایشا کا پاسباں تو ہے (اقبال)

اب قارئین ماہنامہ "الحق" فیس بک پر بھی ملاحظہ کرسکتے ہیں
Facebook\Alhaq Akora Khattak